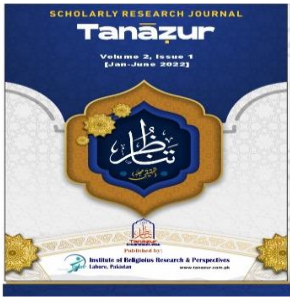

SCHOLARLY RESEARCH JOURNAL
Tanāẓur
p-ISSN: 2790-8194
e-ISSN: 2790-8208
Volume 3, Issue 2 : Fall - 2022
IRRP
A Publication of
Institute of Religioius Research & Perspectives
Lahore, Pakistan

قرآن کریم کی دعوت فکر وتدبر اور اس کے انسانی شخصیت پر اثرات

Title: **The Holy Quran invites thought and contemplation and its effects on the human personality**

Author (s): M. Munib Siddiqui*, M. Ibrahim Salik**

Affiliation (s): *PhD Scholar Islamia University of Bahawalpur
siddiquimunib@gmail.com
**Lecturer Islamia University of Bahawalpur

History: **Received**: Jul 19, 2022, **Revised**: October 10, 2022, **Accepted**: Sep 27, 2022, **Available Online**: December 30, 2022

Citation: Siddiqui, M. Munib and M. Ibrahim Salik. " The Holy Quran invites thought and contemplation and its effects on the human personality." *Tanāẓur* , 3, no.2 (2022): 1–25.

Copyright: © The Authors

Article QR

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

Homepage: http://tanazur.com.pk/index.php/tanazur/index

جلد:۳، شمارہ:۲؛جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

قرآن کریم کی دعوت فکر و تدبر اور اس کے انسانی شخصیت پر اثرات

The Holy Quran invites thought and contemplation and its effects on the human personality

M. Munib Siddiqui
PhD Scholar Islamia University of Bahawalpur
siddiquimunib@gmail.com
M. Ibrahim Salik
Lecturer Islamia University of Bahawalpur
misalik4343@gmail.com

Abstract

The Holy Qur'an is the last and most comprehensive book of human guidance. According to the commentators, from Surah Al-Baqarah to Surah Nas 114 Surahs of the Holy Quran, more than 5000 verses is the real answer, the question that mankind raised in Surah Al-Fatihah by mentioning the praise of Allah and His attributes of mercy and that question was: O Lord of the worlds, guide us to the straight path, the path of those on whom You Reward is not the way of those on whom Thy wrath descended and those who went astray.In the rest of its surahs, the Qur'an mentions nations, individuals, and those to whom it has been rewarded, and the character of those on whom the wrath of Allah descended because of their misguidance. By mentioning these individuals and nations and by mentioning the rewards or punishments that will befall them, he invited the people to the Day of Resurrection to observe their thoughts so that human beings may adopt these attributes due to which they have been rewarded by Allah. And save yourselves from the deeds and actions which caused the wrath of Allah to descend upon them. Various aspects of this call for thought-observation are evident in the Holy Qur'an. Some people have been invited to observe this aspect by describing the acts of worship of individuals and nations, obedience to the Prophet of Allah, practical rebellion and disobedience and disobedience of Allah. Somewhere the economic and social activities of individuals and nations have been made the subject of discussion, somewhere their affairs and morals have been described and their social, economic, cultural and moral life has been invited to be observed,

جلد:۳، شمارہ:۲؛ جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

somewhere their politics and An invitation has been extended to observe the discipline of the state. It is clear from the title of the article that this principle consists of observations, the introduction of which seems to be very important before its commencement. The following are the points we will make in this article. What is meant by observation? What are the types of observation? What are the meanings of observation given on different occasions? The need and importance of observation? What is the meaning of the subject and context where the invitation has been observed in the Holy Qur'an?

Keywords: Thoughts, Observation, Invitation, Worship, Moral Life

تمہید

قرآن کریم انسانی ہدایت کی آخری اور جامع کتاب ہے۔ مفسرین کے مطابق قرآن کریم کی سورۃ البقرہ سے سورۃ ناس تک 114 سورتیں 5000 سے زائد آیات دراصل جواب ہے اس سوال کا کہ جو بنی نوع انسان نے سورۃ فاتحہ میں اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی صفات رحمت کا ذکر کر کے کیا اور وہ سوال یہ تھا کہ اے پروردگار عالم ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما، ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غیض و غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔ قرآن کریم نے اپنی بقیہ سورتوں میں کہیں اقوام کا ذکر کیا، کہیں افراد کا، کہیں ان لوگوں کا حال کہ جن پر اس کا انعام ہوا، اور کہیں ان لوگوں کا کردار جن پر گمراہ ہونے کی وجہ سے اللہ کا غیض و غضب نازل ہوا۔ ان افراد و اقوام کا ذکر کر کے اور ان پر نازل ہونے والے انعامات یا نازل ہونے والے عذابات کا ذکر کر کے قیامت تک آنے والے انسانوں کو فکر مشاہدہ کی دعوت دی تا کہ افراد انسانی ان صفات کو اختیار کریں جن کی وجہ سے ان پر اللہ کا انعام ہوا اور اسی عمل و کردار سے اپنے آپ کو بچائیں کہ جن کی وجہ سے ان پر اللہ کا غیض و غضب نازل ہوا۔ فکر و مشاہدہ کی اس دعوت کے مختلف پہلو قرآن کریم میں نمایاں نظر آتے ہیں ان پہلوؤں میں افراد و اقوام کے عقائد و ایمانیات، ان کی نظریاتی اور فکری زندگی کو یا عقائد کی گمراہیوں کو بیان کر کے فکر و مشاہدہ کی دعوت دی۔ کہیں افراد و اقوام کی عبادات، اللہ کے نبی کی اطاعت، اللہ کی عملی بغاوت و سرکشی اور نافرمانی کو بیان

جلد:۳،شمارہ:۲؛جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

کر کے افراد واقوام کا اس پہلو سے مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ کہیں افراد واقوام کی معاشی اور معاشرتی سرگرمیوں کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، کہیں ان کے معاملات و اخلاق کو بیان کیا گیا ہے اور ان کی معاشرتی، معاشی تہذیبی اور اخلاقی زندگی کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے، کہیں ان کی سیاست و نظم مملکت کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

آرٹیکل کے عنوان سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ اصول مشاہدات پر مشتمل ہے جس کے آغاز سے قبل اس کا تعارف نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس آرٹیکل میں ہم جن باتوں کو بیان کریں گے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)مشاہدہ سے کیا مراد ہے؟

(۲)مشاہدہ کی اقسام کتنی ہیں؟

(۳)مشاہدہ کے معانی مختلف مواقع پر کیا بیان کئے گئے ہیں؟

(۴)مشاہدہ کی ضرورت واہمیت

(۵) قرآن کریم میں جن مقامات پر دعوت مشاہدہ دیا گیا ہے وہاں موضوع اور سیاق وسباق سے کیا معنی اخذ ہوتے ہیں؟

مشاہدہ کے لغوی معنی:

جامع اللغات میں مشاہدہ کے معنی کو تین مختلف پیراؤں میں بیان کیا گیا ہے کہ مشاہدہ اگر مذکر نقل ہو تو کن معانی پر دال ہوتا ہے جبکہ متعدی ولازم ہونے کی صورت میں کن معانی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قریب بہر صورت اس کے معنی دیکھنے، ملاحظہ کرنے، معائنہ کرنے اور انوار الٰہی کا نظارہ کرنے کے آتے ہیں۔[1]

اگر مشاہدے کے معنی کو انگریزی کے تقابلی پیرائے میں جانچنے کی کوشش کی جائے تو کچھ ایسے الفاظ سامنے آتے ہیں:

1 مولوی ،فیروزالدین الحاج،ج**امع فیروز اللغات**(کراچی:فیروز سنز،1998)،4:338۔

"Inspection" "Witnessing" "Viewing" "Vision, Sight" (2)

علامہ ابن منظور شہادت کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الشهادة وفي التنزيل واستشهدوا شَهِيدين والشَّهادَة خَبرٌ قاطعٌ تقولُ منه شَهِدَ الرجلُ على كذا وربما قالوا شَهْدَ الرجلُ بسكون الهاء للتخفيف عن الأخفش وقولهم اشْهَدْ بكذا أَي احْلِف. (3)

ترجمہ: شہادت قرآن کریم میں اس کا استعمال اس آیت مبارکہ میں "واستشهدوا شهيدين" کے الفاظ میں ہوا۔ شہادت ایک یقینی خبر ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کسی شخص نے فلاں بات کی گواہی دی یعنی یقینی خبر دی۔ اکثر اوقات اہل عرب شہد کو "ہاء" کے سکون کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہیں۔ اخفش اس کا امر اشہد بتاتے ہیں اور اس کے معنی ہیں قسم اٹھاؤ۔

سائنس کی تعریف میں مشاہدہ تجربہ وغیرہ ہو گا۔

One who observes, or pays attention to, anything; especially, one engaged in, or trained to habits of, close and exact observation; as, an astronomical observer.(4)

امام راغب نے شہادت کے معنی لکھے ہیں "وہ بات جو کامل علم ویقین سے کہی جائے، خواہ وہ علم مشاہدہ بصر سے ہوا ہو یا بصیرت سے"

2 A dictionary of modern written Arabic. Page: 489,Edited by J Milton Cowan, Otto Harrassowitz in Wiesbaden, Germany

3 راغب اصفہانی، **مفردات القرآن** (بیروت: دار القلم، 1987ء)، ۴۶۵۔

4 Noah Porter, D.D.LL.D., *GNU Collaborative International Dictionary of English,* C. & G. Merriam Co. Springfield, Mass

جلد:۳، شمارہ:۲؛ جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

وقال ابن الأَنباري معناه بيَّن الله أَن لا إِله إِلا هو وشَهِدَ فلان على فلان بحق فهو شاهد وشهيد واسْتُشْهِدَ فلان فهو شَهِيدٌ والمُشاهَدَةُ المعاينة وشَهِدَه شُهوداً أَي حَضَره فهو شاهدٌ وقَوْم شُهُود أَي حُضور وهو في الأَصل مصدر وشُهَّدٌ أَيضاً مثل راكِع ورُكَّع وشَهِدَ له بكذا شَهادةً أَي أَدّى ما عنده من الشَّهادة فهو شاهِد والجمع شَهْدٌ مثل صاحِب وصَحْب وسافر وسَفْرٍ وبعضهم يُنْكره وجمع الشَّهْدِ شُهود وأَشْهاد والشَّهِيدُ الشَّاهِدُ والجمع الشُّهَداء وأَشْهَدْتُه على كذا فَشَهِدَ عليه أَي صار شاهداً عليه.[5]

عام معنوں میں مشاہدہ سے مراد کسی چیز یا واقعہ کو آنکھ سے دیکھنا۔ مثلاً جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور ہم اسے دیکھ رہے ہیں تو کہا جائے گا ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ مشاہدہ سے مراد صرف آنکھ سے دیکھی ہوئی چیزیں نہیں ہیں۔ اگر ہم مشاہدہ سے مراد صرف آنکھ سے دیکھی ہوئی چیزیں مراد لیں تو یہ مشاہدہ کے مفہوم کو محدود کرنے کے مترادف ہو گا۔

سید قاسم محمود اس امر کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

سائنس میں مشاہدہ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ سائنسی مفہوم کے اعتبار سے صرف آنکھ سے کیے ہوئے مشاہدات "مشاہدہ" میں شامل نہیں ہیں بلکہ تمام حواس یا کسی ایک حس کے محسوس کیے ہوئے مشاہدات بھی سائنسی لحاظ سے مشاہدات ہیں۔ آنکھ سے دیکھی ہوئی، ناک سے سونگھی ہوئی، کان سے سنی ہوئی، جلد سے چھوئی ہوئی اور زبان سے چکھی ہوئی تمام چیزیں مشاہدہ میں شامل ہیں۔ جب ہم کسی شخص کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہیں اور اس کی رفتار عام رفتار سے زیادہ پاتے ہیں تو ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اسے بخار چڑھا ہوا ہے۔ جب ہم کونین کی کڑوی گولی منہ میں ڈالتے ہیں تو دراصل اس کے ذائقہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ سائنسی مفہوم کے اعتبار سے ہر وہ چیز مشاہدہ میں داخل ہے جسے ہم اپنے حواس کے ذریعے محسوس کرتے ہیں۔[6]

---

5 محمد بن مکرم ابن منظور، **لسان العرب** (بیروت: دار المعارف، س۔ن)، ۴/ ۲۳۸۴

6 سید قاسم محمود، سائنس کیا ہے؟ الفیصل ناشران و تاجران کتب، ص:۱۰،

مشاہدہ کی اقسام:

سید قاسم محمود کے نزدیک مشاہدہ دو قسم کا ہوتا ہے۔(۱) خارجی مشاہدہ (۲) داخلی مشاہدہ۔[7]

1) خارجی مشاہدہ: (Extrospection)

جب ہم اپنے حواس کے ذریعہ کسی چیز کو محسوس کرتے ہیں تو ہم دراصل اس کا مشاہدہ خارجی طور پر کرتے ہیں۔ چاند، سورج، ستارے، گلاب، چنبیلی وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح پرندوں، درختوں، قوس قزح اور عالم خارجی کی دوسری تمام چیزوں کا مشاہدہ ہم خارجی طور پر کرتے ہیں۔

J.W. N Sullivan ان سائنسی نظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "سائنسی نظریات کے اس جائزے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ایک صحیح سائنسی نظریہ محض یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ ایک کامیاب عملی مفروضہ ہو گا (Successful working Hypothesis) ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ تمام سائنسی نظریات اصلا غلط ہوں۔ جن نظریات کو آج ہم تسلیم کرتے ہیں وہ محض ہمارے موجودہ حدود مشاہدہ کے اعتبار سے حقیقت ہیں۔ حقیقت آج بھی سائنس کی دنیا میں ایک علمی اور افادی مسئلہ ہے۔[8]

2) داخلی مشاہدہ: (Introspection)

جب زیر مطالعہ چیز عالم خارجی میں نہ ہو بلکہ کسی انسان کی ذہنی دنیا سے تعلق رکھتی ہو تو اس کا مشاہدہ داخلی طور پر کیا جاتا ہے مثلاً خیالات، جذبات، احساسات اور غم و غصہ وغیرہ ایسے حقائق ہیں جن کا مشاہدہ ہم داخلی طور پر خود کر سکتے ہیں دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔ اور کچھ حقائق ایسے ہیں جو خارجی طور پر ہیں لیکن ہم انہیں محسوس نہیں کر سکتے۔ اسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے اے۔ ای۔ منڈر (A.E Mander) لکھتا ہے۔

---

7 سید قاسم محمود، سائنس کیا ہے؟: ص:۱۰

8 limitation of science by J.W. N Sullivan, page: 158, New American Library; Fifth Printing edition.

جلد:۳، شمارہ:۲؛ جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

"جو حقیقتیں ہم کو براہ راست حواس کے ذریعہ معلوم ہوں وہ محسوس حقائق (Perceived Facts) ہیں، مگر جن حقیقتوں کو ہم جان سکتے ہیں وہ صرف انہیں محسوس حقائق تک محدود نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی حقیقتیں ہیں جن کا علم اگرچہ براہ راست ہم حاصل نہیں کرسکتے پھر بھی ہم ان کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ اس علم کا ذریعہ استنباط ہے اس طرح جو حقیقتیں معلوم ہوں ان کو استنباطی حقائق کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات اہمیت کے ساتھ سمجھنے کی ہے کہ دونوں میں اصل فرق ان کے حقیقت ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ ایک صورت میں ہم اس کو جانتے ہیں اور دوسری صورت میں اس کے بارے میں معلوم کرتے ہیں۔ حقیقت بہر حال حقیقت ہے خواہ ہم اسکو براہ راست مشاہدہ سے جانیں یا بطریق استنباط معلوم کریں"[9]

وہ مزید لکھتے ہیں:

> "کائنات میں جو حقیقتیں ہیں ان میں سے نسبتاً تھوڑی تعداد کو ہم حواس کے ذریعے معلوم کرسکتے ہیں، پھر ان کے علاوہ جو اور چیزیں ہیں ان کو ہم کیسے جانیں۔ اس کا ذریعہ استنتاج (Inference) یا تعقل (Reasoning) ہے۔ استنتاج یا تعقل ایک طریق فکر ہے جس کے ذریعہ سے ہم کچھ معلوم واقعات سے آغاز کرکے بالآخر یہ عقیدہ بناتے ہیں کہ فلاں حقیقت یہاں موجود ہے"[10]

مشاہدہ کی ضرورت واہمیت:

مشاہدہ ہر انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت یہ اس کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ہے، یہ انسان کا حق ہے جو کوئی اس سے نہیں چھین سکتا۔ اگر دیکھا جائے تو انسان اور حیوان میں فرق مشاہدہ ہی کی بدولت ہے مشاہدہ

---

9 Clearer Thinking by A.E Mander, page: 46 London 1949, WATTS & CO LTD.

10 Clearer Thinking by A.E Mander, page: 49.

جلد:۳، شمارہ:۲؛جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

کسی بھی قوم یا معاشرے کے لئے ترقی کا ضامن ہے یہی مشاہدہ قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ بنتی ہے مشاہدہ جسے ہم یہاں انسانی زندگی کی اساقرار دے رہے ہیں دوسرے الفاظ میں اسے تعلیم بھی کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ تمہید میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مشاہدہ کے وسیع معنی ملاحظہ و مراقبہ یا تدبر کے ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مشاہدہ اتنا ہی اہم ہے جتنا کے حصول علم، کیونکہ بدون مشاہدہ کے علم کا حصول ناممکن ہے۔ اور علم حاصل کرنے کا مطلب صرف سکول، کالج یونیورسٹی سے کوئی ڈگری لینا نہیں بلکہ اسکے ساتھ تمیز اور تہذیب سیکھنا بھی شامل ہے تاکہ انسان اپنی معاشرتی روایات اور اقدار کا خیال رکھ سکے۔

مشاہدہ وہ زیور ہے جو انسان کا کردار سنوارتا ہے دنیا میں اگر ہر چیز دیکھی جائے تو وہ بانٹنے سے گھٹتی ہے مگر مشاہدہ اور اس سے حاصل ہونے والا علم ایک ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے گھٹتی نہیں بلکہ بڑھ جاتی ہے اور انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ مشاہدہ کی وجہ سے دیا گیا ہے، مشاہدہ کی دعوت ہر مذہب میں دی گئی ہے۔

اسلام میں مشاہدہ کرنا قریب قریب فرض قرار دیا گیا ہے۔ آج کے اس پر آشوب اور تیز ترین دور میں مشاہدہ کی ضرورت بہت اہمیت کی حامل ہے چاہے زمانہ کتنا ہی ترقی کرلے۔ حالانکہ آج کا دور کمپیوٹر کا دور ہے، ایٹمی ترقی کا دور ہے، سائنس اور صنعتی ترقی کا دور ہے مگر اسکولوں میں بنیادی عصری تعلیم، ٹیکنیکل تعلیم، انجینئرنگ، وکالت، ڈاکٹری اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا آج کے دور کا لازمی تقاضہ ہے۔ جدید علوم تو ضروری ہیں ہی اسکے ساتھ ساتھ دینی علوم کا حصول بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے اس کے ساتھ ساتھ انسان کو انسانیت سے دوستی کے لئے اخلاقی مشاہدہ بھی بے حد ضروری ہے اسی مشاہدہ کی وجہ سے زندگی میں خدا پرستی، عبادت، محبت خلوص، ایثار، خدمت خلق، وفاداری اور ہمدردی کے جذبات بیدار ہوتے ہیں اخلاقی مشاہدہ کی وجہ سے صالح اور نیک معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ مشاہدہ کا اولین مقصد ہمیشہ انسان کی ذہنی، جسمانی اور روحانی نشوونما کرنا ہے۔ مشاہدہ کے لئے قابل اساتذہ بھی بے حد ضروری ہیں اور اسلامی اصول وضوابط کی پاسداری بھی بہت ضروری ہے۔ جدید زمانے کے جتنے بھی علوم ہیں زیادہ تر کے بانی مسلمان ہی ہیں اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے مشاہدہ و تربیت میں معراج پاکر دین و دنیا میں

جلد:۳، شمارہ:۲؛جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

سربلندی اور ترقی حاصل کی لیکن جب بھی مسلمان علم اور مشاہدہ سے دور ہوئے وہ غلام بنا لیئے گئے یا پھر جب بھی انہوں نے مشاہدہ کے مواقعوں سے خود کو محروم کیا وہ بحیثیت قوم اپنی شناخت کھو بیٹھے۔

جہاں مشاہدہ ایک نہایت ضروری امر ہے اور علم کی بنیاد ہے تو یقینا اسلامی تعلیمات اس کی دعوت سے بھری ہوئی ہیں اور قرآن کریم میں جگہ جگہ مشادہ کی نہ صرف دعوت دی گئی ہے بلکہ بعض مقامات پر فلاح کا مدار بھی مشاہدہ پر قائم کیا گیا ہے۔

قرآن ہمیں جہاں جدید سائنس کو ترقی دینے کی دعوت دیتا ہے، وہاں خود اس میں قدرتی حوادث سے متعلق بہت سے مشاہدات و شواہد ملتے ہیں اور اس میں ایسی تشریحی تفصیلات موجود ہیں جو جدید سائنسی مواد سے کلی طور پر مطابقت رکھتی ہیں، یہودی، عیسائی، تنزیل میں ایسی کوئی بات نہیں۔

قرآن کے تمام بیانات کا مقابلہ آج کے تسلیم شدہ تصورات سے کیا جانا چاہیے۔ ان کے درمیان تطابق نہایت واضح ہے، لیکن یہ نہایت اہم بات ہے کہ اس موضوع پر تمام عقائد سے جو نزول قرآن کے وقت رائج تھے، ان کا مقابلہ اس غرض سے کیا جائے کہ اس زمانے میں لوگ ان مسائل سے متعلق اس طرح کے نظریات سے کتنا دور تھے۔ جس طرح کے نظریات یہاں قرآن میں بتائے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ وحی کی تشریح اس طرح کرنے سے قاصر تھے جو آج ہم کر سکتے ہیں، کیونکہ ہمیں ان چیزوں سے مدد ملتی ہے جو جدید معلومات ہمارے لیے فراہم کرتی ہیں۔ در حقیقت انیسویں صدی کے بعد ہی یہ ہوا کہ لوگوں کو اس مسئلے کا کسی قدر یا محکم تصور حاصل ہوا۔

مفسر قرآن، معروف محدث اور مورخ علامہ جلال الدین سیوطیؒ ابو بکر بن العربی کی کتاب ''قانون التاویل'' کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

> ''قرآن حکیم ستتر ہزار چار سو پچاس (77,450) علوم پر مشتمل ہے، یہ عدد قرآنی کلمات کو چار سے ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ قرآن کریم کے ہر کلمے کی چار حالتیں ہیں۔ ایک اس کا ظاہر و باطن ہے اور ایک حد و مطلع، یہ اس حالت میں ہے کہ جب کلمات

قرآن کو انفرادی اعتبار سے بدون ترکیب دیکھا جائے، اگر کتاب کے باہمی اختلاط و ترکیب پر نگاہ ڈالی جائے، تو ان کی تعداد حد و حساب سے باہر ہو جاتی ہے "(11)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب میں مزید لکھتے ہیں:

قرآن حکیم کی کل 6,236 آیات میں سے 756 آیات ایسی ہیں، جن میں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر غور و فکر، بصیرت و تدبر اور مشاہدے کی ترغیب یا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم (ن۔ظ۔ر) کے مادہ سے انظروا، ینظرون، تنظرون، الناظرین کے الفاظ استعمال کرتا ہے، جس کے معنی اہل لغت نے غور و فکر اور بہ نظر غائر دیکھنا کیے ہیں، یہ لفظ قران حکیم میں 130 مرتبہ آیا ہے اور 16 سے 20 مرتبہ انفس و آفاق کے سیاق و سباق میں آیا ہے۔ اسی طرح (ع۔ق۔ل) مادہ سے بھی تعقلون اور یعقلون کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ 23 مرتبہ تعقلون اور 20 سے زائد مرتبہ یعقلون کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔(12)

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلامی دور سے پہلے سائنس کا کوئی باقاعدہ وجود نہیں تھا اور عملی سائنس (پریکٹیکل سائنس) تو گویا سرے سے تھی ہی نہیں بلکہ "سائنس" جو کچھ بھی تھی وہ محض یونانی فلسفے کے ماتحت چند نظری چیزوں کا مجموعہ تھی جن کا درجہ ظن و تخمین سے زیادہ نہیں تھا بلکہ وہ مشاہدے اور تجربے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔

اس کے برعکس قرآن مجید نہ صرف تجربے و مشاہدے پر ابھارتا ہے، بلکہ دنیا کی ہر چیز اور ہر مظہر فطرت کا نزدیکی اور باریک بینی کے ساتھ جائزہ لینے کی تاکید کرتا ہے، جیسا کہ اس کی بے شمار آیات سے ظاہر ہوتا ہے کائنات میں غور و فکر، تذکر و تدبر اور تسخیر کائنات کی قرآنی تعلیمات کی بدولت مسلمانوں میں موجودات عالم میں غور و فکر اور تحقیق و تجربے کی تحریک پیدا ہوئی، عملی و تجرباتی سائنس کی بنیاد پڑی اور علوم و تمدن جدید کا تاریخی انقلاب برپا

---

11 الامام القاضی ابی بکر محمد بن عبد اللہ بن العربی المعافری الاشبیلی، **قانون التأویل**، ص:۲۶۵، جدار الغرب الاسلامی۔

12 ابن العربی، محمد بن عبد اللہ، قانون التأویل، ص:۲۶۵۔

ہوا۔ مسلمانوں نے اپنے دور حکومت میں حساب، الجبرا، فلکیات، طب، طبیعات، کیمیا، حیاتیات (خصوصاً علم نباتات)، ارضیات اور جغرافیہ وغیرہ علوم کو بے انتہا ترقی دی اور ان علوم وفنون میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کتابیں لکھ کر دنیا بھر کے کتب خانوں کو ان علوم سے بھر دیا۔

کائنات میں غور وفکر دعوت، اہمیت اور فوائد:

موریس بوکائیلے(Dr. Maurice Bucaille)اپنی کتاب(The Bible, the Quran and Science) لکھتا ہے کہ " یہ بات مکمل طور پر صحیح ہے کہ قرآن کو وحی آسمانی کا اظہار سمجھا جائے لیکن ساتھ ہی اس استناد کے سبب جو اس سے فراہم ہوتی ہے۔ نیز ان سائنسی بیانات کی وجہ سے جن کا آج بھی مطالعہ کرنا بنی نوع انسان کے لیے ایک چیلنج ہے، اس حوالے سے اس کو ایک انتہائی خصوصی مقام حاصل ہے۔ (13)

قرآن کریم کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ تعقل و تفکر کے خلاف نہیں بلکہ وہ اس کا پُرزور داعی ہے، وہ نہ تو عقلی استدلال کو پسند کرتا ہے اور نہ کسی بات کی صحت وصداقت جانچنے کے لیے مشاہدہ و تجربہ کی ممانعت کرتا ہے بلکہ وہ لوگوں کو اس بات ہر اُبھارتا ہے البتہ قرآن کے طرز استدلال کو سمجھنے کے لیے درج ذیل باتوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

1. **معرفت الٰہی:** اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور حیرت انگیز مخلوقات میں غور وفکر کرنا سانسوں کا بہترین مصرف ہے، پھر اس مرحلے سے آگے بڑھتے ہوئے ہر چیز کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کریں، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے مراد اسما وصفات، الٰہی کاریگری اور وحدانیت پر مشتمل ایسے دلائل و براہین ہیں جن کے ذریعے بندے اپنے پروردگار کو پہچانتے ہیں۔
2. **حیات قلبی:** اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں فکر و نظر بھی عبادت و ہدایت ہے، بلکہ یہ خیر کی ابتدا اور خیر کیلیے کلید ہے، فکر و نظر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوتی ہے نیز انسان کا ایمان اور یقین بھی بڑھتا ہے، اس سے دلی

13 Dr. Maurice Bucaille by Sana ul Haq, The Bible, the Quran and Science, p.g: 168, ادارۃ القرآن، کراچی.

جلد:۳، شمارہ:۲، جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

بصیرت پروان چڑھتی ہے، دل غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور دل کو نئی زندگی، تدبر، محبتِ الٰہی اور نصیحت حاصل ہوتی ہے۔

3. **مفید عبادت:** اللہ تعالی کی نشانیوں میں غور و فکر قلبی عبادات میں سے افضل اور مفید ترین عبادت ہے، یہ انسان کو عملی عبادات کی دعوت دیتی ہے اور اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کرنے پر مجبور کرتی ہے، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "غور و فکر اصل میں حصولِ رحمت کی کنجی ہے؛ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ انسان جیسے ہی غور و فکر شروع کرے تو توبہ پر آمادہ ہو جاتا ہے"

4. **حکم ربی:** لوگوں کو نصیحت کرنے کیلیے غور و فکر کی دعوت بہترین دعوت ہے، فرمانِ باری تعالی ہے: قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَى وَفُرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا[14] آپ کہہ دیں: میں تمہیں ایک ہی چیز کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کیلیے تنہا یا دو، دو کھڑے ہو کر غور و فکر تو کرو۔

5. **حصول عبرت کا ذریعہ:** انسان اگر غور و فکر کا عادی ہو تو ہر چیز سے عبرت حاصل کرتا ہے، قرآن کریم لوگوں کو آیات اور مخلوقات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دینے سے بھرا ہوا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ[15] کیا وہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی سمیت اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں غور و فکر نہیں کرتے؟

6. **واضح نشانیاں:** اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں عبرتیں اور نصیحتیں ہیں، غور و فکر کرنے والوں کیلیے نشانیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ[16] آپ کہہ دیں! آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کرو کہ ان میں کیا کچھ ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: " عبرت حاصل کرنے کیلیے عُلوی اور سُفلی مخلوقات میں غور و فکر کا حکم دیا گیا اور اس کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے"

---

14 السبا: 34/46
15 الاعراف: 185/7
16 یونس: 101/10

7. **اصل حقیقت کا ادراک:** کامل عقل و دانش رکھنے والے ہی ہر چیز کی حقیقتوں کا ادراک رکھتے ہیں، اللہ نے مخلوقات میں غور و فکر کرنے والوں کی تعریف فرمائی نیز انہیں عقل مند قرار دیا، فرمانِ باری تعالی ہے: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ. الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[17] آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، دن اور رات کے آنے جانے میں اہل دانش کیلیے نشانیاں ہیں جو لوگ اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں کے بل اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، نیز آسمانوں اور زمین کی مخلوقات میں غور و فکر کرتے ہوئے (پکار اٹھتے ہیں) ہمارے پروردگار! یہ تو نے فضول پیدا نہیں کیا، تو ہر عیب سے پاک ہے، ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔

8. **ناپسندیدہ لوگوں میں شمار:** نیز اللہ تعالی نے غور و فکر نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی: وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ[18] آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں کہ وہ ان پر سے اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

9. **غور و فکر نہ کرنے پر سزا:** متکبرین سے اپنی آیات دور کر دینا اللہ تعالی کی طرف سے سزا ہوتی ہے، فرمانِ باری تعالی ہے: سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا[19] میں ان لوگوں کو اپنے احکام سے دور ہی رکھوں گا جو دنیا میں بلاوجہ تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ بھی لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ حسن بصری رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ انہیں غور و فکر کرنے سے روک دیتا ہے"

10. **اللہ کی نشانیوں کی پہچان:** اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوگوں کیلیے بلا معاوضہ مسخر فرمایا، سورج کے طلوع و غروب ہونے سے دن اور رات بنتے ہیں، اگر سورج نہ ہوتا تو اس کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا؛ کیونکہ سورج کے

---

17 آل عمران: 191/3

18 یوسف: 105/12

19 الاعراف: 146/7

جلد:۳، شمارہ:۲، جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

وجود میں اتنی حکمتیں اور فوائد ہیں جن کو شمار کرنے سے مخلوقات عاجز ہیں۔ اللہ تعالی نے سورج کو اپنی وحدانیت اور الوہیت کی دلیل بناتے ہوئے فرمایا: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ[20] اور اگر آپ ان سے پوچھیں: کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ سورج اہل عقلمند لوگوں کیلیے نشانی ہے، فرمانِ باری تعالی ہے:وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ[21] اسی نے تمہارے لیے شب وروز، سورج اور چاند مسخر کیے، تارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں، بیشک اس میں عقل مند قوم کیلیے نشانیاں ہیں۔ لوگوں کو سورج کی حیرت انگیز تسخیر پر غور کرنے کی دعوت دی اور فرمایا:أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ[22] کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اسی نے سورج اور چاند مسخر کیے ہیں۔

اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں لوگوں کو بے شمار واقعات اور چیزوں پر غور وفکر اور مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے جن سے اللہ کے وجود، اس کی بے مثال ذات اور اس کی صفات کی جلوہ گری منعکس ہوتی ہے۔ قرآن میں یہ تمام چیزیں جو اس کی گواہی دیتی ہیں، انہیں "نشانیاں" کہا گیا ہے جس سے مراد ہے "آزمائش شدہ ثبوت، مطلق علم اور سچائی کا اظہار" اس لیے اللہ کی نشانیاں کائنات کی ان تمام چیزوں پر مشتمل ہیں جو ان میں سے ہر شے کی صفات کو ظاہر کرتی اور انہیں دوسروں تک پہنچاتی ہیں۔ وہ لوگ جنہیں قوت مشاہدہ اور قوتِ حافظہ عطا ہوئی ہے وہ دیکھیں گے کہ پوری کائنات صرف اللہ کی نشانیوں پر مشتمل ہے۔

---

20 العنکبوت: 61/29

21 النحل: 12/16

22 لقمان: 29/31

جلد:۳، شمارہ:۲، جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

قرآن کریم نے مختلف سورتوں میں مختلف اقوام کا ذکر کیا۔ ان اقوام کا ذکر کرکے اور ان پر نازل ہونے والے انعامات یا نازل ہونے والے عذابات کا ذکر کرکے قیامت تک آنے والے انسانوں کو فکر مشاہدہ کی دعوت دی تاکہ آنے والی قومیں ان صفات کو اختیار کریں جن کی وجہ سے ان پر اللہ کا انعام ہوا اور اسی عمل و کردار سے اپنے آپ کو بچائیں کہ جن کی وجہ سے ان پر اللہ کا غیض و غضب نازل ہوا۔

اب ہم چند آیات پر غور کریں گے جس میں بنی نوع انسان کو فکر و مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ[23]
>
> ترجمہ: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمھارے لیے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ذریعہ سے قوم مدین کو چار باتوں کا حکم دے رہے ہیں:

أ. يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ

ب. فَأَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ

ج. وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ

---

23 الأعراف: 85/7

جلد:۳، شمارہ:۲؛ جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

د. وَلَا تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا

پہلا حکم تو وہی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قوم عاد کو حضرت ہود علیہ السلام کے ذریعے سے پہنچایا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور تمہارے پاس اس کی واضح دلیل آگئی ہے۔

دوسرا حکم دیا: فَأَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو حکم دیا کہ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ یعنی قوم مدین کو شکر ادا کرنے کا نہیں کہا بلکہ فرمایا: فَأَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ یعنی ناپ تول پورا پورا کیا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ اس حکم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قوم مدین کے اندر یہ برائی پائی جاتی تھی کہ وہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے اسی لیے ان لوگوں کو کیل اور میزان کا حکم دیا جارہا ہے۔

تیسرا حکم جو فرمایا وہ: وَلَا تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ لوگوں کو ان کی چیزوں میں کمی کر کے نہ دو۔ اسی طرح آخری حکم میں ارشاد فرمایا: وَلَا تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اصلاح کے بعد۔ اس آیت مبارکہ میں یہی بتایا جارہا ہے کہ قوم مدین کے اندر تین خرابیاں موجود تھیں (۱) ناپ تول میں کمی کرتے تھے (۲) اشیاء میں ملاوٹ کرتے تھے (۳) زمین میں فساد پھیلاتے تھے۔

در اصل اللہ تعالیٰ ان تین مشاہدوں کی طرف ہماری توجہ دلا رہا ہے کہ اگر قوم مدین کے اندر یہ تین خرابیاں نہ پائی جاتیں تو خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ یعنی اگر قوم مدین ناپ تول میں کمی، اشیاء میں ملاوٹ اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے اور اللہ کے اوپر ایمان لے آتے تو تمہارے لیے اسی میں بہتری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو مشاہدہ کی دعوت دی ہے وہ یہ ہے کہ جو کاروباری سرگرمیاں ہیں، لین دین کے معاملات ہیں یہ انسان کے ٹھیک ہونے چاہئیں تب ہی انسان کے پاس اللہ کا رزق برقرار رہتا ہے ورنہ رزق برقرار نہیں رہتا۔

قوم عاد، قوم ثمود اور قوم مدین کے واقعات پر اگر ہم نظر ڈالیں تو اللہ تعالیٰ ان تینوں اقوام کے واقعات کو قرآن پاک میں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ باقی لوگ اس سے مشاہدہ حاصل کریں، وہ مشاہدہ کیا ہے کہ ان قوموں میں

خرابیاں کیا کیا تھیں؟ اور ان خرابیوں کا انجام کیا ہوا، اور ہمیں ان خرابیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے اور اس انجام سے بچیں جس میں یہ تینوں اقوام مبتلا ہوئی ہیں۔ ایک مشاہدہ ہمیں یہ بھی مل رہا ہے کہ اللہ کا نبی کسی قوم کا نگران یا ٹھیکیدار نہیں ہوتا وہ اس قوم کو صحیح راستہ بتانے آتا ہے، جو قوم اس کے بتائے ہوئے صحیح راستہ پر چل پڑے گا تو نجات حاصل کرلے گا اور اگر نہیں چلے گا تو اس کا انجام بہت برا ہو گا۔ اگر آپ یہ عقیدہ اپنائے رکھیں کہ میں فلاں قوم کا امتی ہوں میری تو نجات ہو جائیگی چاہے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کروں۔ نجات اس پر ملے گی جو قرآن بار بار بتلا رہا ہے وہ یہی ہے کہ اللہ کے نبی نے جو تعلیمات دی ہیں ان ہدایات پر عمل کروگے تو نجات ملے گی ورنہ نہیں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ[24]

اسی طرح کی آیت سورہ اعراف میں بھی جس کی تفسیر گزشتہ باب میں آگئی ہے۔ علامہ مودودیؒ فرماتے ہیں کہ وہ تمام دوسرے معبود جن کی تم بندگی و پرستش کر رہے ہو حقیقت میں کسی قسم کی بھی خدائی صفات اور طاقتیں نہیں رکھتے، بندگی و پرستش کا کوئی استحقاق اُن کو حاصل نہیں ہے۔ تم نے خوا مخواہ ان کو معبود بنا رکھا ہے اور بلاوجہ ان سے حاجت روائی کی آس لگائے بیٹھے ہو۔[25]

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت ہی میں نہیں اس دنیا میں بھی قوموں کی قسمتوں کا اتار چڑھاؤ اخلاقی بنیادوں پر ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عالم پر جو فرمانروائی کر رہا ہے وہ اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے نہ کہ ان طبعی اصولوں پر جو اخلاقی خیر و شر کے امتیاز سے خالی ہوں۔ یہ بات کئی مقامات پر قرآن میں فرمائی گئی ہے کہ جب ایک قوم کے پاس نبی کے ذریعہ سے خدا کا پیغام پہنچتا ہے تو اس کی قسمت اس پیغام کے ساتھ معلق ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اسے قبول کرلیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر رد کر دیتی ہے تو اسے تباہ کر ڈالا جاتا ہے۔ یہ گویا ایک دفعہ ہے اس اخلاقی قانون کی جس پر اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ معاملہ کر رہا ہے۔ اسی طرح اس قانون کی ایک

24 هود: 65/11

25 تفہیم القرآن:2/346

دفعہ یہ بھی ہے کہ جو قوم دنیا کی خوشحالی سے فریب کھا کر ظلم و معصیت کی راہوں پر چل نکلتی ہے اس کا انجام بربادی ہے۔ لیکن عین اس وقت جبکہ وہ اپنے اس برے انجام کی طرف بگ ٹٹ چلی جارہی ہو، اگر وہ اپنی غلطی کو محسوس کرلے اور نافرمانی چھوڑ کر خدا کی بندگی کی طرف پلٹ آئے تو اس کی قسمت بدل جاتی ہے، اس کی مہلت عمل میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور مستقبل میں اس کے لیے عذاب کے بجائے انعام، ترقی اور سرفرازی کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے۔(26)

یہاں جو مشاہدہ کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی ہدایات اور تعلیمات ہیں جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے وہ صرف چند عبادات تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں عقائد اور ایمانیات بھی ہیں، اس میں نظریات وافکار کی اصلاح بھی ہے، اس میں معاملات کی اصلاح بھی ہے، اس میں دوسروں پر ظلم سے منع بھی کیا گیا ہے کہ ایک انسان کو انسان کے درمیان کیسے رہنا ہے اور اللہ کے ساتھ کیسے رہنا ہے۔

> وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ(27)
>
> ترجمہ: اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا(انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمھارے لیے دلیل ہے سو اس کو چھوڑو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو بُرائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آپکڑے۔

اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ شانہ نے جو مشاہدہ کی دعوت دی ہے وہ یہ کہ جب قوم ثمود کی طرف جب حضرت صالح علیہ السلام آئے تو انہوں نے اپنی قوم کو درج ذیل پیغامات دیئے:

---

26 تفہیم القرآن:2/346

27 الأعراف: 73/7

جلد:۳، شمارہ:۲ جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

أ. يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ

ب. دوسرا پیغام دیاهَـذِهِ نَاقَةُ اللهِ لَكُمْ آيَةً

ج. تیسرا پیغام دیاوَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ

د. چوتھا اور پانچواں حکم جو کہ سورہ ہود میں ہےھُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ کہ اللہ کے احسانات کو یاد کرو جس نے تمھارے لیے زمین پیدا کی، تمھیں اس میں زندگی دی اور اللہ سے توبہ و استغفار کرو، اس کی طرف رجوع کرو اور پچھلے گناہوں سے معافی مانگو اور یہ نظریہ رکھو کہ وہ قریب مجیب ہے۔

اصل بات جو یہاں بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے نبی نے کفار کو جو حکم دیا تھا اس کا انہوں نے کیا کیا؟ اس کو وہ پورا کرتے لیکن انہوں نے اللہ کے حکم کا انکار کیا۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے انکار پر ان کے ساتھ جو انجام ہوا وہ سورہ اعراف کی آیت نمبر ۷۸ میں موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیںفَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ.[28]

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں براہ راست اقوام و افراد کی مثالیں دیکر امت مسلمہ کو مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے۔ جس طرح (ن۔ظ۔ر) کے مادہ سے انظروا، ينظرون، تنظرون، الناظرين کے الفاظ سے غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے، اسی طرح " أَفَرَأَيْتَ " اور " أَرَأَيْتَ " کے الفاظ سے بھی مختلف مقامات پر مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے۔ چند آیات بطور مثال لکھ دیتا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ[29]، أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا[30]،أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا[31]

قرآن میں مختلف مقامات پر أَلَمْ تَرَ سے خطاب کرنے میں حکمت:

28 الأعراف: 78/7

29 الجاثية: 23/45

30 مريم: 77/19

31 الفرقان: 43/25

جلد:۳، شمارہ:۲؛ جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح (ن۔ظ۔ر) کے مادہ سے انظروا، ینظرون، تنظرون، الناظرین کے الفاظ سے غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے، اسی طرح " أَفَرَأَيْتَ "اور" أَرَأَيْتَ "کے الفاظ سے مختلف مقامات پر مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے، اسی طرح " أَلَمْ تَرَ "کے خطاب سے بھی غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کم و بیش 27 مقامات پر " أَلَمْ تَرَ "کے الفاظ سے مشاہدہ کی دعوت دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّهُ مُوتُواْ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَشْكُرُونَ[32]

اس واقعہ کو قرآن کے الفاظ سے دیکھیے بیان واقعہ کے لئے قرآن نے فرمایاأَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُواْ یعنی کیا آپ نے ان لوگوں کے واقعہ کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے بخوف موت نکل کھڑے ہوئے تھے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے زمانے سے ہزاروں برس پہلے کا ہے اس کے دیکھنے کا حضور سے سوال ہی نہیں ہو سکتا تو یہاں "أَلَمْ تَرَ "فرمانے کا کیا منشاء ہے۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ ایسے تمام مواقع میں جہاں آنحضرت ﷺ کو لفظ "أَلَمْ تَرَ "کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے حالانکہ واقعہ آپ کے زمانے سے پہلے کا ہے جس کے دیکھنے کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا ان سب مواقع میں رویت سے رویت قلبی مراد ہوتی ہے جس کے معنی ہیں علم و ادراک یعنی "أَلَمْ تَرَ" ایسے مواقع میں "أَلَمْ تَرَ "کے معنی میں ہوتا ہے لیکن اس کو لفظ "أَلَمْ تَرَ "سے تعبیر کرنے میں حکمت اس واقعہ کے مشہور و مشہود ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ واقعہ ایسا یقینی ہے جیسے کوئی آج دیکھ رہا ہو اور دیکھنے کے قابل ہو" أَلَمْ تَرَ "کے بعد حرف الیٰ بڑھانے سے ازروئے زبان اس کی طرف اشارہ بھی ہوتا ہے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی تفسیر ماجدی میں فرماتے ہیں کہ "أَلَمْ تَرَ "عربی میں یہ طرز خطاب ایسے موقع پر آتا ہے جب مخاطب کو کسی بڑے اہم اور معروف واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ رؤیت سے ہمیشہ چشم بصارت

---

32 البقرة: 243/2

سے دیکھنا مراد نہیں ہوتا بلکہ وہم و تخیل اور غور وفکر اور عقل کی راہ سے بھی مطالعہ ومشاہدہ مراد ہوتا ہے۔ اور جب اس فعل کاصلہ الی کے ساتھ آتا ہے، تو کوئی مقصود کوئی نتیجہ نکالنا یا عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے۔(33)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّواْ أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُواْ رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدَّنْيَا قَلِيلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلاً(34)

ترجمہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ان کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیتے رہو پھر ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو قصہ کیا ہوا کہ ان میں سے بعض بعض آدمی لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور یوں کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرمادیا، ہم کو اور تھوڑی مدت مہلت دیدی ہوتی۔ آپ فرمادیجیے کہ دنیا کا تمتع محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

یہاں جو مشاہدہ کی دعوت دی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی آیت میں ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے کہ "قُلْ مَتَاعُ الدَّنْيَا قَلِيلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى "کہ دنیا کا تمتع محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں کہ اگر تم میری اطاعت اور فرنبرداری کو ٹھکرا کر دنیا کی تمتع میں لگ جاؤ گے تو یاد رکھو کہ دنیا کی تمتع صرف چند روزہ ہے اور اگر تم میری اطاعت اور فرنبرداری کرو گے تو آخرت دنیا سے ہر طرح سے بہتر ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہو گی۔ لہٰذا ہمیں جو مشاہدہ کی دعوت دی جارہی

33 مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی، تفسیر ماجدی: ص97، 98، تاج کمپنی لمیٹڈ
34 النساء: 77/4

جلد:۳، شمارہ:۲؛ جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

ہے وہ یہی ہے کہ اگر ہم اللہ کی اطاعت اور فرنبر داری کو چھوڑ کر دنیا کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ ہمیں چند روز تو اچھی لگے گی لیکن آخرت میں ہمارے لیے عذاب کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔

خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کی طرف غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انسان کو انسانوں پر بھی غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے، انسانی مشاہدے کی طرف غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ انسان اپنی تخلیق پر بھی غور کرے دوسروں کی تخلیق پر بھی غور کرے، پھر دوسروں کے اوپر غور کرنے کے مختلف پہلو ہیں۔ افراد کے اوپر غور و فکر اور مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اقوام کی طرف مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر افراد میں بھی خاص فرد کی طرف مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے اور عام افراد کی طرف الگ مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

اسی طرح جب افراد اور اقوام کی طرف مشاہدہ کی بات کی گئی تو اس میں ان کے عقائد اور ایمان، ان کے افکار اور نظریات پر بھی مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی۔ اسی طرح ان کے اعمال و اخلاق، ان کی عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق، تہذیب و تمدن۔ ان سب کی طرف اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر، مختلف پیرائے میں مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی دعوت دی گئی کہ دیکھو آخر میں ان کا انجام کیا ہوا ہے اور آخرت میں ان کا انجام کیا ہو گا۔

قرآن کریم نے جب مشاہدے کی دعوت دی کہ مشاہدہ کس طرح کا مشاہدہ ہے۔ صرف دیکھنا ہی نہیں ہے اور نہ ہی شکل و صورت کا مشاہدہ ہے کہ فلاں کی صورت اچھی تھی، فلاں کا قد اچھا تھا۔ حتیٰ کہ قرآن کریم نے اس بات کو بھی زیادہ اہمیت نہیں دی کہ کسی قوم کے بہت زمانے کا بہت متعین طور پر بتایا گیا ہو کہ عاد و ثمود کے بارے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے لیکن قرآن کریم کی تصریحات سے ہمیں نہیں پتا چلتا کہ قوم عاد و ثمود کب آئے، کب یہ قومیں تھیں، کب تباہ ہوئیں، کب برباد ہوئیں۔ بس قرآن کریم ان کے واقعہ کو بیان کرتا ہے اور غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں نہ ان کی جگہ کا ذکر ہے کہ کہاں آباد ہوئیں اور نہ ہی تعداد کا ذکر آیا کہ کتنی

تعداد میں تھیں۔ حتیٰ کے اصحاب کہف میں بھی ہمیں یہی کہا گیا ہے کہ اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ[35] کہ چار تھے یا پانچ تھے یا چھ تھے، بلکہ ہمیں دیکھنا ہے کہ اس سے ہمیں سبق کیا ملتا ہے۔ یعنی مشاہدہ میں جو چیزیں ہیں وہ ظاہر بینی کی نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر غور و فکر کرنے کی، ان کی طبیعت، ان کا مزاج، ان کی تہذیب، ان کا تمدن، ان کی ثقافت اور ان کی معاشرت، ایک دوسرے سے روابط کس طرح کے تھے۔ ان چیزوں کو اجاگر کیا گیا ہے کہ ان چیزوں کا مشاہدہ کرو اور پھر یہ دیکھو کہ ان میں کونسے وہ اعمال ہیں جن کی وجہ سے قومیں تباہ ہوئیں، اور کونسے وہ اعمال ہیں جن کی وجہ وہ قومیں فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہیں۔

لہٰذا نتیجہ جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہی آتا ہے کہ ہم افراد کا بھی جو مشاہدہ کریں وہ بھی، ان کے ایمان و عمل کا، ان کی عبادات کا، ان کی معاشرت کا۔ اسی طرح اقوام کا بھی مشاہدہ کریں تو وہ بھی اسی طرح کریں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ کونسی اقوام ہیں کہ جن کی اخلاقی یا معاشرتی اعمال ہیں جن کی وجہ سے وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئیں اور وہ کونسی اقوام ہیں جنھوں نے اللہ کا حکم نہیں مانا اور وہ تباہ و برباد ہوئیں اور یہی نہیں اللہ نے ان کے آخرت کے عذاب کی بھی خبر سنائی۔ اسی طرح افراد میں یہی تقسیم کی گئی ہے۔

یہ ساری بحث اس مقالے میں ہوئی ہے اور پورے قرآن کریم کا خلاصہ سورہ فاتحہ ہے جہاں پر ہم نے ایک سوال کیا تھا کہ إهْدِنَا الصِّرَاطَ المستَقِيمَ_صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِمْ غَيرِ المغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ[36] کہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت چاہیئے اور ان لوگوں کے راستہ کی بھی جن پر تیرا انعام ہوا اور ان لوگوں کے راستہ سے

---

35 الکھف: 22/18

36 الفاتحۃ: 7،6/1

جلد:۳، شمارہ:۲ جولائی-دسمبر ۲۰۲۲

بچنا ہے جو گمراہ ہوئے یا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ قرآن کریم نے اس مشاہدہ کے دعوت میں ہمارے اس سوال کا جواب دیا۔ جس کا خلاصہ اور نتیجہ آپ کے سامنے پیش ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

کتابیات:

* مولوی ، **فیروزالدین** الحاج، **جامع فیروز اللغات** (کراچی: فیروز سنز، 1998)،
* A dictionary of modern written Arabi, Edited by J Milton Cowan, Otto Harrassowitz in Wiesbaden, Germany
* راغب اصفہانی، **مفردات القرآن** (بیروت: دار القلم، 1987ء)،
* محمد بن مکرم ابن منظور، **لسان العرب** (بیروت: دار المعارف، س۔ن)،
* سید قاسم محمود، سائنس کیا ہے؟ الفیصل ناشران وتاجران کتب،
* limitation of science by J.W. N Sullivan, New American Library; Fifth Printing edition.
* الامام القاضی ابی بکر محمد بن عبد اللہ بن العربی المعافری الاشبیلی، **قانون التاویل**، ص:۲۶۵، جدار الغرب الاسلامی۔